اقبال اور عبدالمجید قرشی

افضل حق قرشی

عبدالمجید قرشی بٹی (ضلع امرتسر) کے رہنے والے تھے ۔ والد کا نام عبدالعزیز تھا ۔ ان کی زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات میسر ہیں ۔ چنانچہ ان کی ابتدائی زندگی کے بارے میں کہ وہ کب پیدا ہوئے اور کہاں تعلیم پائی کچھ معلوم نہیں ۔ میسر معلومات کے مطابق ان کی عملی زندگی کا آغاز ڈاکٹر سیف الدین کچلو (۱۸۸۸—۱۹۶۳) کی قائم کردہ جماعت ''تنظیم'' سے ہوتا ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۲۵ء میں پنڈت مالویہ (۱۸۶۱-۱۹۴۶) کی ''ہندو سنگٹھن'' کے جواب میں شروع کیا تھا ۔ قرشی ''تنظیم'' کے اسسٹنٹ سیکرٹری تھے ۔ انہوں نے کچھ عرصہ ہفتہ وار ''تنظیم'' امرتسر کی ادارت کے فرائض بھی سر انجام دئے ۔ ۱۹۲۹ء میں انہوں نے ''سیرت کمیٹی'' کی بنیاد رکھی ۔ سیرت کمیٹی کا پروگرام یہ تھا:

تبلیغ قرآن

اشاعت سیرت

ارکان اسلام کی بنیاد پر مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی تنظیم

اس غرض کے لیے سیرت کمیٹی نے چھ عملی وسائل مہیا کئے ۔

۱- ہر شہر میں سیرت کمیٹی ۔ ہر مقام پر ایک کمیٹی بنائی جائے جس کی ساری کوششیں قیام شریعت کے لیے ہوں اور وہ تمام کام محض دینی بنیادوں پر کرے ۔

۲- ہر تعلیم یافتہ مسلمان کے لئے مطالعہ ''ایمان'' ۔ ہر سیرت کمیٹی اپنے شہر میں یہ انتظام کرے کہ وہاں جتنے بھی تعلیم یافتہ مسلمان ہیں ، وہ سب کے سب ہر دسویں دن دو پیسے دے کر اخبار ''ایمان'' پڑھیں تاکہ وہ سب اپنے وقتی حالات و خطرات سے آگاہ ہوں اور انہیں اپنے جماعتی

پروگرام کی رفتار معلوم ہوتی رہے ۔ تعلیم یافتہ جماعت ایک خیال کی پابند ہو کر ایک راستے پر چلنا شروع کر دے ۔

۳- ہر گھر میں درس قرآن ، تاکہ عورتوں اور بچوں تک بھی اصلاح کی آواز پہنچے ۔

۴- ہر مسجد میں ایک خطبہ جمعہ ۔ سیرت کمیٹی پٹی سے سال کے ۵۲ جمعوں کے لیے وقت کے مطابق اردو وعظ صرف آٹھ آنے میں بھیجے جاتے ہیں ۔ انہیں تاریخ وار جامع مسجدوں میں سنانا چاہیے ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ عام مسلمان بھی ہماری تحریک میں شامل ہو جائیں ۔

۵- ہر شہر میں بیت المال ۔ ہر مقام پر تنظیم صدقات و زکوٰۃ سے غربت اور بیکاری کا علاج ۔

۶- ہر مسلمان کے لیے لازمی ورزش اور پریڈ ، تاکہ ہر مسلمان اپنی حفاظت کے قابل بن سکے[1] ۔

قرشی کی زندگی کا مشن اسوۂ حسنہ کی اشاعت تھی ۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے بقول :

''اس صدی کی چوتھائی دہائی کے آغاز میں وہ سیرت رسولؐ کی اشاعت کے لیے میدان میں نکلے ۔ پہلے پٹی (ضلع قصور) سے ایک پندرہ روزہ اخبار ''ایمان'' جاری کیا ۔ سفید کاغذ ، اعلیٰ درجے کی کتابت ، عمدہ طباعت اور مواد کے لحاظ سے بڑے بڑے دینی رسائل پر بھاری ۔ پھر سیرت کمیٹی قائم کی ۔ اور پانسال کے اندر اندر کارکردگی کا یہ عالم تھا کہ سیرت نبوی کا تئیس زبانوں میں ترجمہ شائع کرکے بیس لاکھ کتابچے مفت تقسیم کرا دیئے ۔ ملک کے اندر اور باہر یوم النبیؐ کے جلسوں کا نظام قائم کر دیا ۔ سات ملکوں میں اشاعت سیرت کے مبلغ بھیجے ۔ امیر شکیب ارسلان کی کتاب ''اسباب زوال امت'' اور علامہ رشید رضا مصری کی ''حقیقت دین'' کی ہزار ہا کاپیاں چھاپ کر مفت تقسیم کر دیں ۔ اصلاح امت کے لیے پانسو مضامین کئی زبانوں میں منتقل کرکے اُن کی آٹھ ہزار کاپیاں دنیا بھر کے اسلامی اخبارات کو بھیج دیں ۔ پینتیس ہزار

۱- ایمان - ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ - ص ۷۹ ، ۸۰

پوسٹر ، ستر ہزار ہینڈ بل اور پندرہ ہزار متفرق رسائل شائع کئے - سات ہزار مساجد میں اٹھہتر ہزار خطبات جمعہ و عیدین تقسیم کرائے - سیرت کمیٹی کی سوا دو سو شاخیں تھیں جن کے ساتھ سوا دو ہزار جامع مسجدیں ملحق تھیں - ان سب میں ہر نماز جمعہ کے موقع پر سیرت کمیٹی کے مرتبہ خطبات پڑھے جاتے تھے -

عبدالمجید قرشی کا طریق کار یہ تھا کہ چندہ نہیں مانگتے تھے - اپنی گرہ سے پیسے خرچ کرکے سیرت نبوی پر ایک کتابچہ چھاپتے - اور لوگوں سے کہتے کہ وہ اسے بڑی تعداد میں خرید کر مفت تقسیم کریں یا کرائیں - اس سے جو آمدنی ہوتی ، اس سے ایک اور کتابچہ چھاپ لیتے - اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا تھا - ''ایمان'' کا سالانہ چندہ تین روپے تھا - غرباء سے صرف دو روپے لیے جاتے تھے - اور اخبار کی آمدنی اخبار ہی پر صرف ہوتی تھی - پھر یہ بات بھی ہے کہ قوم سے چندہ مانگنے کی جگہ سیرت کمیٹی نے اپنے سرمائے سے آٹھ ہزار روپے قوم کے لیے وقف کیے اور تین ہزار روپے مفتی اعظم فلسطین کو بھیجے''[1] -

علامہ اقبال کو قرشی کی تحریک سے دلچسپی تھی - چنانچہ انہوں نے متعدد بار سیرت کمیٹیوں کے قیام ، یوم النبیؐ منانے اور سیرت کمیٹی کی طرف سے اسوۂ حسنہ کی اشاعت کے سلسلے میں تعاون کی اپیلیں کیں - مرکزی سیرت کمیٹی کے نام ایک پیغام میں اقبال کہتے ہیں :

''تحریک اتحاد نہایت مبارک ہے اور حضورؐ رسالت مآب کی سیرت پاک کی اشاعت اس تحریک کو عملی صورت دینے کا بہترین ذریعہ ہے - مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کے موجودہ انتشار و تشتت کی حالت میں یہ تحریک نہایت مؤثر ہو گی -

فرد از حق ، ملت از وے ، زندہ است
از شعاع مہر او تا بندہ است[2]

۱- عبدالسلام خورشید - وے صورتیں الہی (لاہور : قومی کتب خانہ ، ۱۹۷۶) ۳۱۴ - ۳۱۵

۲- ایمان - ۴ مئی ۱۹۳۵ء - بحوالہ منظور الحق صدیقی - ''اخبار ایمان میں علامہ اقبال کا ذکر'' اقبال ریویو ۲۰ : ۲ (جولائی ۱۹۷۹ء) ص ۶۸

یہی نہیں ، علامہ اقبال سیرت کمیٹی کے منعقد کردہ جلسوں اور جلوسوں میں شرکت بھی فرماتے ۔ پندرہ روزہ ''ایمان'' سے یہ خبر ملاحظہ کیجیے :

علامہ اقبال سیرت کمیٹی کے جلوس میں

ڈاکٹر اقبال جالندھر کے جلسے اور جلوس میں شریک تھے ۔ آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

''چند سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے ذریعے سے اس امت کو متحد کرے گا ۔ مجھے ایک عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہو گا ۔ اب تحریک یوم النبی نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا''[۱] ۔

۱۹۲۹ء میں اقبال کے مشورے سے ''چھپن فی صد کمیٹی'' کا قیام عمل میں لایا گیا تو قرشی اس کے سیکرٹری مقرر کئے گئے ۔ کمیٹی کا مقصد یہ تھا کہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی چھپن فی صد ہے ، اس لیے انہیں تمام جمہوری اداروں میں چھپن فی صد نیابت دلائی جائے ۔ اقبال گو اس میں براہ راست شریک نہیں تھے لیکن پس پردہ رہنمائی کرتے رہے ۔

اقبال کو افغانستان کے حالات سے زندگی بھر دلچسپی رہی ۔ ۱۹۲۹ء کے اوائل میں جب وہاں خانہ جنگی شروع ہوئی اور امان اللہ خان کی جگہ بچہ سقہ نے حکومت پر قبضہ کیا تو جنرل نادر خان نے بچہ سقہ کی حکومت کے خلاف لشکر کشی کی ۔ مسلمانان ہند نے ان کو مالی امداد پہنچانے کے لیے سرمایہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا ۔ زخمی سپاہیوں ، بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی امداد و اعانت کے لیے ''نادر خان ہلال احمر سوسائٹی''[۲]

۱۔ ایمان ۔ ۴ مئی ۱۹۳۵ء ۔ بحوالہ منظور الحق صدیقی ۔ ''اخبار ایمان میں علامہ اقبال کا ذکر'' اقبال ریویو ۲۰ : ۲ (جولائی ۱۹۷۸ء) ص ۶۷

2. Statement of Newspapers and Periodicals published in the Punjab during the year 1933.

کے مطابق اس کا نام افغانستان ہلال احمر سوسائٹی تھا ۔ اس میں تحریر ہے :

He is the Secretary of the Afghanistan Hilal Ahmar Society (Afghanistan Red Crescent Society) of which Sir Muhammad Iqbal is the President (p. 99.)

قائم کی گئی ۔ علامہ اقبال اس کے صدر چنے گئے اور عبدالمجید قرشی میکرٹری ۔ علامہ اقبال نے امدادی فنڈ جمع کرنے کے لیے لوگوں سے اپیل کی[۱] ۔ قرشی نے ''تنظیم'' کے زمانہ میں دس ہزار روپیہ جمع کیا تھا۔ وہ ان کے نام سے نصفا نصفی مسلم بنک امرتسر اور دی سنٹرل کو آپریٹو بنک امرتسر میں جمع تھا ۔ قرشی کے مطابق :

''مسلم بنک کا روپیہ ایک ایک معطی کی منظوری کے بعد ڈاکٹر اقبال مرحوم نے غازی نادر شاہ مرحوم کی امداد کے لیے افغانستان بھیج دیا''[۲] ۔

قرشی ایک مخلص اور درد مند مسلمان تھے ۔ شدھی اور سنگٹھن کی تحریکیں ان کے سامنے اٹھیں اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف چلائی گئی ان تحریکوں کے خلاف مقدور بھر جدو جہد کی ۔ حتٰی کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانان ہند کے مسئلے کا حل تقسیم بر عظیم میں مضمر ہے ۔ چنانچہ انہوں نے ۳۱ اگست ۱۹۲۸ء کو روز نامہ انقلاب لاہور میں ایک مضمون لکھا جو ان کے بقول تقسیم ہند کی پہلی آواز تھی ۔ وہ تحریر کرتے ہیں ۔

''ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی از سر نو تقسیم ہو جائے اور ہر ایک قوم کی زیادہ سے زیادہ آبادی کو علیحدہ علیحدہ حلقوں میں جمع کر دیا جائے ۔ مثلاً سندھ ، صوبہ سرحد وغیرہ مسلم حلقہ اثر ہوں ۔ لدھیانہ اور اس کے بعض ملحقات سکھ حلقہ اثر قرار دئے جائیں اور پھر ہر قوم کو اپنی اکثریت کا حلقہ دے دیا جائے تا کہ وہ اپنے آپ پر خود حکومت کرے ۔ ۔ ۔ اگر حلقہ ہائے اثر مختلف قوموں میں بانٹ دئے جائیں تو باہمی رقابت ختم ہو جاتی ہے ۔ زبان ، تعلم معاشرت ، قربانی اور باجہ کے جھگڑے مٹ جاتے ہیں ۔ بشرطیکہ یہ حکومتیں اپنے اپنے ''حدود اثر'' میں آزاد ہوں اور مشترکہ معاملات باہمی رضا مندی سے مرکزی حکومت کو تفویض کر دیں ۔ جس طرح مالگذاری ، لگان

۱۔ انقلاب ۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء

۲۔ ایمان ۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء ۔ بحوالہ منظور الحق صدیقی ''اخبار ایمان میں علامہ اقبال کا ذکر'' اقبال ریویو ۲۰ : ۲ (جولائی ۱۹۷۹ء) ص ۶۷

اور ملکی ملازمتوں کی تحقیقات کے لیے کمیشن کا تقرر منظور کیا گیا ہے اسی طرح ملک کی تقسیم جدید کے لیے بھی کمیشن مقرر ہونا چاہیے"۔[۱]

ان کے نزدیک پاکستان، اسلام کی اٹھان کا ایک گوشہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آج تہذیب کا علم سرنگوں ہو چکا ہے۔ آج سائنس کے کمالات یتیموں کی طرح کھڑے ہیں اور انسانیت کی مصیبت کا ماتم کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اسلام، پھر دنیا کے کسی آزاد گوشہ سے سر اٹھائے اور اہل دنیا کو عدل کی راہ دکھائے۔ اسلام کی اٹھان کا یہ گوشہ پاکستان ہو گا۔ آؤ پاکستان سے انسانیت کی تعمیر نو کا علم بلند کریں۔

آؤ! حصول پاکستان کے لیے اپنی تمام قوتیں وقف کر دیں۔ آؤ خون کے آخری قطروں سے پاکستان کے لیے لڑیں"[۲]۔

قرشی تحریک پاکستان کے ایک مخلص کارکن تھے۔ ان کا پندرہ روزہ اخبار "ایمان" تحریک کا داعی تھا۔ لیکن ایسے حالات کی ستم ظریفی جانئے کہ قیام پاکستان کے بعد عبدالمجید قرشی نہایت بے رحمانہ طور پر قتل کر دئے گئے۔ ۳ اپریل ۱۹۴۹ء کو اچانک خبر ملی کہ وہ اپنے مکان میں مردہ پائے گئے۔ ان کا مکان کئی روز سے بند تھا اور وہ خود لاپتہ تھے۔ ان کے بھائی کو کچھ شک ہوا، چنانچہ جب پولیس کی نگرانی میں مکان کھلوایا گیا تو باورچی خانے میں قرشی کی نعش ایسی حالت میں پائی گئی کہ غالباً ان کو قتل کئے ہوئے پندرہ روز سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا۔ ان کے قاتلوں کا سراغ نہ مل سکا۔

ہفتہ وار "تنظیم" اور پندرہ روزہ "ایمان" کی ادارت کے علاوہ ان کی یادگار مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔

۱۔ درس قرآن۔ پارۂ اول۔ لاہور: سیرت بک ڈپو (س۔ ن)
۲۔ درس قرآن۔ پارۂ دوم۔ لاہور: سیرت بک ڈپو (س۔ ن)
۳۔ پیغام قرآن۔ لاہور: سیرت بک ڈپو (س۔ ن)

۱۔ عبدالمجید قرشی۔ مطالعہ پاکستان (لاہور: سیرت بک ڈپو، [س۔ ن]) ۱۱۹-۱۲۰
۲۔ ایضاً۔ ص ۱۰

۴۔ اسلامی خطبات ۔ لاہور : گوشۂ ادب (س ۔ ن)
۵۔ اسوۂ ابراہیم ۔ لاہور : سیرت بک ڈپو (س ۔ ن)
۶۔ اسلام زندہ باد ۔ لاہور : سیرت بک ڈپو (س ۔ ن)[1]
۷۔ انسانیت موت کے دروازہ پر ۔ لاہور : گوشۂ ادب (س ۔ ن)
۸۔ شہید کربلا ۔
۹۔ مطالعۂ پاکستان ۔ لاہور : سیرت بک ڈپو (س ۔ ن)

ایک بار علامہ اقبال نے قرشی صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ ایک کتاب لکھیں جس میں نو مسلموں سے قبول اسلام کی وجوہات معلوم کرکے جمع کی جائیں ۔ ''اس سے انقلاب حیات کی ایک بالکل نئی دنیا مبلغین اسلام کے سامنے آ جائے گی اور انہیں اشاعت اسلام کے لیے ایسے نئے دلائل یا ہتھیار مل جائیں گے کہ ان سے اسلام کا موجودہ کتب خانہ خالی ہے'' علامہ اقبال نے خود اس کتاب کے لیے قبول اسلام کے چار واقعات بیان کئے ۔ قرشی نے اقبال کی تجویز پر وہ کتاب ''اسلام زندہ باد'' کے نام سے تالیف کی اور اقبال کی زبانی وہ چار واقعات اس کتاب میں تحریر کئے ۔ قرشی کی تمہید کے ساتھ انہیں ملاحظہ کیجیے :

''ڈاکٹر محمد اقبال ایک پختہ دماغ عارف تھے ۔ اور حکیم آپ جب بھی کسی مسئلہ پر گفتگو فرماتے تھے ، اُس کے تعلق میں کلیات و تخیلات کا اور اُن کے ساتھ ہی مثالوں اور حوالوں کا ایک مواج دریا آپ کے دماغ سے اُترتا تھا اور زبان سے بہ جاتا تھا ۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو راقم الحروف موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا ، آپ آرام کرسی پر تشریف فرما تھے ، حقہ سامنے رکھا تھا ، رسمی مزاج پرسی ہوئی اور اس کے بعد تبلیغ اسلام کے عنوان پر گفتگو شروع ہو گئی ۔

''آپ ایک کتاب لکھیے'' ۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ۔

''کیسی کتاب'' ؟ میں نے پوچھا

۱۔ عبدالمجید قرشی ۔ اسلام زندہ باد (لاہور : سیرت بک ڈپو ، [س ۔ ن]) ۵ ۔ ۲۲

''تحقیقات کرنے سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ہندوستان کے قصبات اور دیہات میں ہزار ہا غیر مسلم حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان از خود مسلمان ہونے والوں سے ملے اور ان سے قبول اسلام کی وجوہات دریافت کر کے ایک کتاب میں جمع کر دے تو اس سے تبلیغ اسلام کے مقصد کو بے حد تقویت حاصل ہو گی''۔

''کیا صداقت اسلام کے متعلق پہلے دلائل نا کافی ہیں'' ؟ میں نے پوچھا

بہت کافی ہیں، مگر ایسا کرنے سے کئی ایسے عجیب اور جدید دلائل آپ کو ملیں گے کہ دنیا حیرت زدہ رہ جائے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دل اور دماغ کے کام کرنے کے طریقوں میں بہت فرق ہے۔ دماغ اکثر اوقات ہزارہا مضبوط سے مضبوط دلائل کو مسترد کر دیتا ہے اور ان کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا لیکن دل اس کے برخلاف، بعض اوقات کمزور سے کمزور چیزوں سے اس قدر متاثر ہو جاتا ہے کہ صرف ایک ہی جھٹکے میں زندگی کا سارا نقشہ بدل جاتا ہے۔ قبول اسلام کا جس قدر تعلق دل سے ہے، دماغ سے نہیں۔ اصل بات جو مبلغ کو معلوم ہونی چاہئے، یہ ہے کہ وہ کون کون سے نشتر ہیں جن سے دل متاثر ہوا کرتے ہیں؟ کفار اور مشرکین کے انقلاب حیات کی ہزارہا مثالیں تاریخ اسلام کے پاس موجود ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص اپنے حالات کے ماتحت، ایک خیال یا ایک مذہب پر چٹان کی طرح قائم ہوتا ہے۔ نا گہاں غیب سے اس کے دل پر نشتر چلتا ہے اور چشم زدن میں اُس کی زندگی کی تمام گذشتہ تاریخ بدل جاتی ہے۔ صداقت اسلام کے عقلی دلائل تو آپ کے پاس بہت ہیں، مگر قلبی دلائل کم ہیں۔ اگر آپ نو مسلموں کے پاس جائیں تو وہ بتائیں گے کہ اسلام کی وہ کون سے ساختہ ادا تھی جو اُن کے دل کو بھا گئی؟ اگر اُن کے بیانات ایک کتاب میں جمع کر دیئے جائیں تو مجھے یقین ہے کہ انقلاب حیات کی ایک بالکل نئی دنیا، مبلغین اسلام کے سامنے آ جائے گی اور انہیں اشاعت اسلام کے لیے ایسے نئے دلائل یا جدید ہتھیار مل جائیں گے کہ اُن سے اسلام کا موجودہ کتب خانہ خالی ہے۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ کو بھی کوئی واقعہ یاد ہے'' ؟ میں نے پوچھا

ڈاکٹر اقبال تھوڑی دیر چپ رہے، اس کے بعد فرمایا ''میں آپ کی کتاب کے لیے چار نہایت ہی دلچسپ مثالیں پیش کر سکتا ہوں''۔

''آپ کو تکلیف تو ضرور ہو گی مگر اسلام کی خدمت ہو جائے گی ، آپ تکلیف کرکے ضرور ارشاد فرمائیے'' میں نے التماس کی

ڈاکٹر صاحب نے بیان کرنا شروع کیا :

(۱)

مشہور انگریز نو مسلم مسٹر داؤد آپسن مرحوم (ایڈیٹر مسلم آوٹ لک لاہور) ایک نہایت زندہ دل آدمی تھے ۔ آپ کی عالمانہ زندگی کی عجیب و غریب خصوصیتوں میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کو پلاؤ سے نہایت ہی غیر معمولی محبت تھی ۔ اگر کوئی شخص آپ کو پلاؤ بھیجتا تھا تو آپ برابر کئی کئی ہفتے اس کا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے ۔ میں نے ایک دن مرحوم سے سوال کیا ، آپ کے مشرف با سلام ہونے کے اسباب کیا ہیں ؟

مرحوم نے فرمایا ، ''میرے مسلمان ہونے کا قصہ نہایت ہی عجیب ہے ۔ اگر میں عرض کروں تو آپ حیران رہ جائیں گے ۔ میرا اسلام کے متعلق کوئی مطالعہ نہیں تھا ، نہ مجھے کسی عالم و فاضل مسلمان کی صحبت میسر آئی تھی کہ مجھ پر اسلام کی خوبیاں منکشف ہوتیں ۔ میں انگلستان سے آیا اور بمبئی میں رہنے لگا ۔ ہندوستان میں میرے سب سے پہلے دوست وہ لوگ تھے جو سیاسی تحریکات میں حصہ لیتے تھے ، بمبئی کے مذہبی حلقوں سے نہ میرا تعارف تھا اور نہ تعلق ۔ جب میں نے ہندوستان کی سیاسی تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا تو بعض مقامی مسلمانوں سے بھی میری ملاقات ہوئی اور میں ان کے ہاں آنے جانے لگا ۔ ایک مرتبہ ایک معزز مسلمان نے مجھے کھانے پر بلایا ۔ اسلامی طریق کے مطابق دستر خوان بچھایا گیا ، اس وقت جو چیزیں میرے سامنے لائی گئیں ، ان میں ایک پلاؤ بھی تھا ۔ میری زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میری زبان اس بہشتی نعمت سے لذت اندوز ہوئی ۔ میں پلاؤ کھا رہا تھا ، مزے لے رہا تھا ، مسحور ہو رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کچھ غور کر رہا تھا'' ۔

''آپ کیا غور کر رہے تھے ؟'' ڈاکٹر اقبال نے پوچھا ۔

''میں نہیں کہہ سکتا ، میرا غور کیا تھا ، ڈاکٹر صاحب ! میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں ، میں پلاؤ کھا رہا تھا ، مزے لے رہا تھا اور کچھ غور کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ میرے خیالات میں نہایت

ہی خوشگوار تبدیلی پیدا ہو رہی تھی - یکایک مجھے ایک خیال سوجھا ، اس طرح کہ تمام جسم میں ایک بجلی سی دوڑ گئی - میں نے محسوس کیا کہ غیب سے ایک نشتر چلا ہے اور میری کایا پلٹ گئی ہے - میں نے خیال کیا کہ جس قوم کا مذاق کھانے کے معاملے میں اس قدر لطیف اور پاکیزہ ہے ، دین اور روحانیت کے معاملے میں اس کا میعار کتنا کچھ لطیف اور پاکیزہ ہوگا ؟ یہ کہہ کر مسٹر آپسن نے قہقہہ لگایا اور کہا ، ڈاکٹر صاحب ! مجھے نہ تو آپ کے کسی ملا نے مسلمان کیا ہے اور نہ صوفی نے - میں تو حضرت پلاؤ کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوا ہوں -

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ، دو چار قہقہوں کے بعد مسٹر داؤد آپسن پھر سنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے ، "میں نے پلاؤ کی رکابی کے سامنے بیٹھ کر مسلمانوں کی خوش مذاقی اور اسلام کی لطافت کا جو اندازہ کیا تھا ، بعد کے مطالعہ اسلام سے وہ بالکل صحیح ثابت ہوا - میں نے دیکھا کہ زندگی کے ہر ایک میدان میں اسلام صرف بلندی اور برتری کا علم بردار ہے ، اسلام کی سلطنت میں کہیں بھی بد مذاق اور پستی نہیں ہے ، جس قدر اسلام کی عبادت بلند ہے ، اس قدر اسلام کی تہذیب بھی بلند ہے - جس قدر اسلام کے طعام و لباس بلند ہیں ، اسی قدر اسلام کے اعمال و اخلاق کی روایات بھی بلند ہیں - میرے نزدیک کسی شخص کے قبول اسلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ ساری دنیا سے اونچا ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زندگی میں جس قدر بھی اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ بھی دنیا بھر کے عملوں سے اونچے ہوتے ہیں -"

اس کے بعد مسٹر داؤد آپسن پھر ہنسے اور پلاؤ کی تعریفیں کرنے لگے ، ہماری گفتگو کا ماحصل یہ تھا :

"پلاؤ زندہ باد" ، ڈاکٹر اقبال نے کہا — "اسلام زندہ باد" ، مسٹر داؤد آپسن نے جواب دیا -

(۲)

ڈاکٹر صاحب ! آپ کا دوسرا واقعہ کیا ہے ؟ میں نے پوچھا -

ڈاکٹر اقبال نے بیان کرنا شروع کیا :

مسٹر داؤد آپسن کے قبول اسلام سے زیادہ عجیب لیڈی ہارنس کا

قبول اسلام ہے ۔ آپ ایک تو مسلم فوجی انگریز کی بیوی تھیں ۔ چند سال کا ذکر ہے کہ یہ دونوں میاں بیوی ایک مقدمے میں مبتلا ہو گئے اور اسی سلسلے میں میرے پاس آئے ۔ چونکہ الزامات نا درست تھے اس لیے تھوڑی پریشانی کے بعد عدالت نے ان دونوں کو عزت کے ساتھ بری کر دیا ۔ اس کے چند روز بعد لیڈی بارنس میرا شکریہ ادا کرنے کے لیے لاہور تشریف لائیں ۔ اس وقت میں نے سوال کیا ، لیڈی صاحبہ ! آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں ؟

''مسلمانوں کے ایمان کی پختگی ، ڈاکٹر صاحب ۔'' لیڈی بارنس نے جواب دیا ۔

''لیڈی صاحبہ ! میں نہیں سمجھا ، اس سے آپ کی کیا مراد ہے ؟'' ڈاکٹر اقبال نے پوچھا ۔

''ڈاکٹر صاحب ! میں نے دیکھا ہے کہ دنیا بھر میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں ہے جس کا مسلمانوں کی طرح ایمان پختہ ہو ۔ بس ، اسی چیز نے مجھے اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا ہے ۔'' لیڈی بارنس نے اپنا نظریہ پیش کر کے تھوڑا سا تامل فرمایا اور کہا ، ''ڈاکٹر صاحب ! میں ایک ہوٹل کی مالکہ تھی ۔ یہیں ایک دفعہ میجر صاحب کھانے کے لیے آئے تھے ۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں ، تھوڑا عرصہ ہماری گفتگوئیں جاری رہیں اور اس کے بعد میری ان سے شادی ہو گئی ۔

میرے ہوٹل میں ایک ستر سالہ بڈھا مسلمان ملازم تھا ۔ اس بڈھے کا فرزند نہایت ہی خوبصورت نوجوان تھا ۔ پچھلی بیماری میں جب یہ لڑکا چل بسا تو مجھے بے حد صدمہ ہوا ۔ میں بڈھے کے پاس تعزیت کے لیے گئی ، اسے تسلی دی اور دلی رنج و غم کا اظہار کیا ۔ بڈھا نہایت غیر متاثر حالت میں میرے الفاظ سنتا رہا اور جب میں غم کی باتیں ختم کر چکی تو اس نے نہایت شاکرانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا :

میم صاحب ! یہ خدا کی تقدیر ہے ۔ خدا کی امانت تھی ، خدا لے گیا ۔ اس میں غمزدہ ہونے کی کیا بات ہے ؟ تو ہر حال میں خدائے غفور کا شکر ادا کرنا واجب ہے ۔''

لیڈی بارنس اتنا کہہ کر رک گئی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس نے کوئی نہایت ہی عجیب معجزہ بیان کیا ہے اور اب وہ زبان حال سے مجھ سے یہ مطالبہ کر رہی تھی کہ میں بھی اس کے ساتھ مل کر حیرت کا اظہار کروں ۔ میں نے کہا ، لیڈی صاحبہ ! پھر ؟

لیڈی نے پھر اپنا قصہ شروع کیا اور کہا ، ڈاکٹر صاحب ! بڈھے کا آسمان کی طرف انگلی اٹھانا ہمیشہ کے لئے میرے دل میں پیوست ہو گیا ۔ میں بار بار اس کے الفاظ پر غور کرتی تھی اور حیران تھی کہ الٰہی ، اس دنیا میں اس قسم کے صابر ، شاکر اور مطمئن دل بھی موجود ہیں ۔ مجھے بڑی کاوش یہ تھی کہ بڈھے نے ایسا پر استقامت دل کیسے پایا ؟ اسی غرض سے میں نے پوچھا ، کیا مرحوم کے اہل و عیال بھی تھے ؟ وہ کہنے لگا "ایک چھوٹا بچہ ہے اور ایک بیوی ہے ۔" بڈھے کے اس جواب نے میری حیرت کو کم کر دیا ۔

میں نے بڈھے کے اطمینان قلب کی یہ تاویل کی کہ چونکہ پوتا موجود ہے ، اس واسطے وہ اس کی زندگی اور محبت کا سہارا ہو گا ۔ لیکن ڈاکٹر صاحب ! میں نے اس تاویل سے اگرچہ اپنے دماغ کو پرچا لیا مگر میرے دل کو اطمینان نہ ہوا اور میں برابر اس پڑتال میں لگی رہی کہ کسی طرح اپنے بڈھے ملازم کے دل کی صحیح کیفیت سمجھوں ۔

واقعہ کے تھوڑے ہی دن بعد یتیم بچے کی ماں بھی چل بسی ۔ اس سے میرے دل کو بہت تکلیف ہوئی ، بڈھے کی بہو کا غم میری عقل پر چھا گیا ، مگر ٹھیک اسی وقت میری وہ قدیم ٹوپ بھی جاگ اٹھی اور میں نے خیال کیا کہ بڈھے کے امتحان کا اصل وقت یہی ہے ۔ میرے دل پر اس کی طویل خدمت گذاریوں کا اثر تھا ۔ اس کے نوجوان فرزند کے انتقال کے بعد اب اس کی بہو کی موت اور اس کے پوتے کی یتیمی نے اس اثر کو اور بھی زیادہ چمکا دیا تھا ۔ لیکن فطری اور رسمی ہمدردی اور دلسوزی کے علاوہ اصل چیز جو میری دلچسپیوں کا حقیقی مرکز تھی ، یہ تھی کہ میں بڈھے کی کیفیت قلب کا صحیح اندازہ کروں ؟ میں دوسرے دن بڈھے کے گاؤں کو ، جو بالکل قریب ہی تھا ، روانہ ہوئی ۔ اس وقت جذبات و تخیلات کی ایک بے تاب کائنات میرے ہمرکاب تھی ۔ میں ہر ایک قدم پر یہ خیال کرتی تھی کہ اس تازہ مصیبت نے بڈھے کے دل کی حالت کو بدل دیا ہو گا ۔ وہ کبھی اپنی ضعیفی اور زار حال پر غور کرتا ہو گا ، پھر

کبھی اپنے یتیم پوتے کی گم سنی کو دیکھتا ہو گا اور غم میں ڈوب جاتا ہو گا مگر دوسرے ہی قدم پر یہ سوچنے لگتی تھی ، جب اس کا معصوم ، کمسن اور لاوارث پوتا ماں اور باپ کے فراق میں بلبلاتا ہو گا تو وہ کس طریقے سے اس کے اور اپنے دل کا اطمینان کرے گا ؟ وہ اس کے والدین کی قبروں کو کہاں چھپائے گا ؟ وہ اس کے آنسوؤں کی جوابدہی سے کیونکر عہدہ برا ہو گا ؟ وہ اپنی ضعیفی اور اپنے پوتے کے تاریک مستقبل پر کیا پردہ ڈالے گا ؟ ان تمام سوالات نے میرے دل اور دماغ کے لیے جو قطعی فیصلہ مہیا کیا ، یہ تھا کہ بڈھے کا وہ پہلا صبر اور استقامت ختم ہو چکی ہوگی ۔ میں اسی فیصلے کو لے کر بڈھے کے گھر میں داخل ہوئی اور اس کی تازہ مصیبت پر افسوس کا اظہار کیا اور اسے اپنی ہمدردی کا یقین دلایا ۔ بڈھا نہایت ہی امن و سکون سے میری درد مندانہ باتیں سنتا رہا لیکن جب اس کے جواب کی نوبت آئی تو اس نے پھر انگلی آسمان کی طرف اٹھا دی اور کہا ''میم صاحب ! خدا کی تقدیر میں کوئی بشر دم نہیں مار سکتا ۔ اُسی نے دیا تھا اور وہی لے گیا ، ہمیں ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے ۔''

لیڈی بارلس بڈھے کے الفاظ نقل کرنے کے بعد پھر رکی ، گویا کہ وہ مجھ سے ان الفاظ کی داد طلب کر رہی تھی ۔ اس نے تھوڑا تامل کیا ، ایسا تامل جس میں ایک قسم کی محویت ملی ہوئی تھی ۔ لیڈی بارلس نے اپنے سلسلہ کلام کو پھر شروع کر دیا اور کہا ، ''ڈاکٹر صاحب ! میں جب تک بڈھے کے پاس بیٹھی رہی ، نہ اس کے سینے سے آہ نکلی ، نہ آنکھ سے آنسو گرا اور نہ زبان پر افسوس کا لفظ آیا ۔ وہ اس طرح اطمینان کی باتیں کرتا تھا کہ گویا اس نے اکلوتے بیٹے اور بہو کو زمین میں دفن نہیں کیا بلکہ اپنی زندگی کا کوئی بڑا فرض ادا کیا ہے ۔ تھوڑا عرصہ بعد میں وہاں سے واپس لوٹی ۔ میں بڈھے کی پختگی ایمان پر بالکل حیرت زدہ تھی ۔ میں بار بار غور کرتی تھی اور تھک جاتی تھی مگر مجھ پر یہ معمہ حل نہیں ہوتا تھا کہ اس درجہ مصیبت میں کسی انسان کو یہ استقامت حال کیسے نصیب ہو سکتی ہے ؟

چند روز کے بعد اس کا معصوم پوتا بھی گزر گیا ۔ اس اطلاع کے بعد میں نے اپنی اندازہ شناسی کی تمام قابلیتوں کو نئے سرے سے اپنے دماغ میں جمع کیا تاکہ اس کے حال کا اندازہ کروں ۔ میں بڑی

بے قراری کے عالم میں اس کے پاس گاؤں پہنچی ، مجھے یقین تھا کہ اب لاوارث بڈھا اپنی تمام دنیا کو ختم کر چکا ہو گا ۔ اس کے حواس ، ہوش و حواس سے بیگانہ ہوں گے ، اس کا دل و دماغ مقفل ہوگا اور یاس اس کی امید کے تمام رشتے منقطع کر چکی ہو گی ۔ انہی احساسات کو ساتھ لے کر میں بڈھے کے مکان میں داخل ہوئی اور نہایت ہی دل سوزی سے اس کے مصائب پر غم کا اظہار کیا ۔ لیکن مجھے یہ معلوم کر کے ازبسکہ حیرت ہوئی کہ میرے اظہار افسوس کا اس بڈھے کے دل پر کچھ بھی اثر نہ تھا ۔ وہ بڑی بے تکلفی سے بیٹھا تھا اور نہایت ہی غیر متاثر حالت میں میری گفتگو کو سن رہا تھا ۔ جب میری گفتگو ختم ہو گئی تو بڈھے نے زبان کھولی اور اس نے پہلے کی طرح پھر آسمان کی طرف اپنی انگلی اٹھا دی ، اور کہا میم صاحب ! یہ خدا کی حکمت کے کھیل ہیں ، جو کچھ اس نے دیا تھا ، واپس لے لیا ، اس میں ہمارا کیا تھا ، جس پر ہم اپنے دل کو برا کریں ؟ بندے کو ہر حال میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنا واجب ہے ۔ ہم مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر صبر کریں" ۔

اب لیڈی بارنس درد دل کی کیفیتوں سے لبریز تھی ، اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور روتی ہوئی آواز میں کہا ، "ڈاکٹر صاحب ! بڈھے کا یہ جواب میرے لیے قتل کا پیغام تھا ، اس کی انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور نشتر غم بن کر میرے دل کو کرید رہی تھی ۔ اب میں نے اس مرد ضعیف کی پختگی ایمان کے سامنے ہمیشہ کے لیے اپنا سر جھکا دیا اور مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ بڈھے کا یہ اطمینان قلب ، مصنوعی نہیں بلکہ حقیقی ہے ۔ اب میں نے کہا ، اے میرے بوڑھے باپ ! اب تم اکیلے اس گاؤں میں رہ کر کیا کرو گے ؟ میرے ساتھ ہوٹل میں چلو اور آرام سے زندگی بسر کرو ۔ بڈھے نے میری اس دعوت کا شکریہ ادا کیا اور بے تکلف میرے ساتھ ہوٹل میں چلا آیا ۔ یہاں وہ دن بھر ہوٹل کی خدمت کرتا اور رات کو خدا کی یاد میں مصروف ہو جاتا تھا ۔"

کچھ عرصہ کے بعد اس نے کہا کہ میں آج قبرستان کو جاؤں گا ۔ میرے دل میں پھر وہی امتحان لینے کی لٹک پیدا ہوئی ، دل نے کہا ، یہ دیکھنا چاہیے کہ وہاں اس کے صبر و تحمل پر کیا گزرتی ہے ؟ بڈھا ہوٹل سے نکل کر اس خاموش اور ویران مقام کی طرف آیا جہاں اس کے تینوں

عزیز مدفون تھے ۔ میں ایک طرف کھڑی ہو گئی اور وہ قبرستان پہنچتے ہی پریشان حال قبروں کو درست کرنے میں مصروف ہو گیا ۔ وہ مٹی کھود کھود کر لاتا تھا اور قبروں کو درست کرتا تھا ۔ اس کے بعد وہ پانی لے آیا اور قبروں پر چھڑکاؤ کرنے لگا جب قبریں درست ہو گئیں تو بڈھے نے وضو کیا ، ہاتھ اٹھائے اور اہل قبرستان کے حق میں دعا کی اور واپس چل دیا ۔ میں نے اس تمام عرصے میں نہایت ہی احتیاط سے اس کی تمام حرکات کو دیکھا اور محسوس کیا کہ اس کے ہر کام میں اطمینان کا نور اور ایمان کی پختگی جلوہ گر ہے ۔ اب میرے دل پر ایک غیبی نشتر چلا اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ بڈھے کی خوبی نہیں بلکہ یہ اس دین حق کی خوبی ہے جس کا یہ بڈھا پیرو ہے ۔ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا اور ہوٹل میں پہنچ کر بڈھے سے کہا کہ وہ کوئی ایسی عورت بلا لائے جو مجھے اسلام کی تعلیم دے ۔ بڈھا فی الفور اٹھا اور اپنے ملا کی لڑکی کو بلا لایا ۔ اس نے مجھے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی ترغیب دی اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سبق سکھایا ۔

ڈاکٹر صاحب ! اب میں خدا کے فضل و رحمت سے مسلمان ہوں اور وہی عظیم الشان قوت ایمان ، جس سے کہ بڈھے کا دل سیراب تھا ، اپنے سینے میں موجود پاتی ہوں ۔ اب مجھے اپنے خدا پر اس قدر پختہ ایمان ہے کہ خواہ کس قدر بھی مصیبت آئے میرے قدموں کو کبھی لغزش نہیں ہو سکتی ۔

(۳)

۲۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو میں ڈاکٹر اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ آپ آرام کرسی پر تشریف فرما تھے ، حقہ چل رہا تھا ۔ کل کی ملاقات میں آپ دو نو مسلموں کے واقعات سنا چکے تھے ، آج باقی دو واقعات سنانے کی فرمائش کی گئی تو آپ نے پہلے ایک تمہیدی تقریر ارشاد فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے :

قبول اسلام میں اصل چیز "دل" ہے ۔ جب دل ایک تبدیلی پر رضامند ہو جاتا ہے اور کسی بات پر قرار پکڑ لیتا ہے تو پھر باقی تمام جسم اس کے سوا کچھ نہیں کرتا کہ وہ اس تبدیلی کی تائید کے لیے وقف ہو جائے ۔

ہمیں اسلام کے قدیم اور جدید مبلغوں میں ایک واضح فرق نظر آتا ہے ، قدیم مبلغوں کا وار ، غیر مسلموں کے دلوں پر ہوتا تھا ، وہ اپنی للہیت ، بے نفسی ، خوش خلقی اور اس احسان و مروت کی جادو اثر اداؤں سے دلوں کو گرویدہ کرتے تھے اور اس طرح ہزار ہا لوگ از خود بغیر کسی بحث و تکرار کے ان کے رنگ میں رنگ جاتے تھے ۔ مگر جدید مبلغوں کا سارا زور ، دماغ کی تبدیلی پر صرف ہوتا ہے ، وہ صداقت اسلام پر ایک دلیل دیتے ہیں ، مقابلے میں دوسری حجت غیر مسلم پیش کر دیتے ہیں ، اس پر بحث و تکرار شروع ہو جاتی ہے ، مسلمان اپنی بات پر اڑ جاتا ہے ، غیر مسلم اپنے قول پر تن جاتا ہے ۔ اس سے ضد پیدا ہوتی ہے اور ہدایت ختم ہو جاتی ہے ۔

مبلغین اسلام کو دلوں کے متاثر کرنے کے لیے نکلنا چاہیے یا دماغوں کے ؟ اس کے فیصلے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم فطرت کی روش کی پیروی کریں ۔ غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ فطرت ، اپنی فتوحات حاصل کرنے کے لیے اپنا تعلق ہمیشہ دلوں سے جوڑتی ہے ۔ فطرت کھانے میں لذت پیدا کرتی ہے اور آپ اسے بے اختیار کھا جاتے ہیں ، اس وقت ایک بھی شخص دماغ سے یہ نہیں پوچھتا ، کیا یہ کھانا طبی لحاظ سے مفید ہو گا ؟ آپ ایک ضروری کام پر جا رہے ہوتے ہیں کہ ناگہاں پھولوں کی ایک خوشنما زمین او لب جو کا ایک حسین نظارہ سامنے آ جاتا ہے ، آپ وہاں بے اختیار بیٹھ جاتے ہیں ، وہیں ٹھنڈی ہوا کا ایک دلنواز جھونکا آتا ہے اور آپ کو میٹھی نیند سلا دیتا ہے ۔ اس وقت کوئی شخص بھی دماغ سے یہ نہیں پوچھتا ، مجھے سونا چاہیے یا نہیں ؟ مختصر یہ کہ فطرت ہر کام میں اسی طرح دلوں کو گرویدہ کر کے اپنا مطلب نکالتی ہے ، وہ دماغوں کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی ۔ اسلام چونکہ سر بسر نور بصیرت ہے اس واسطے مبلغین اسلام کو چاہیے کہ اخلاق و محبت کی گیرائیوں سے دلوں کو اس طرح شکار کریں کہ ان میں سرکشی اور انکار کی سکت ہی باقی نہ رہے ۔ اس لیے ضروری ہے کہ مبلغ اسلام ، اسلامی کیریکٹر کی عظمت کے مالک ہوں تاکہ سرکش سے سرکش آدمی بھی ان کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں ۔ باقی رہے دماغی مباحث اور عقلی تکرار تو اس سے نہ تو دل مطمئن ہو سکتے ہیں نہ منقلب ہو سکتے ہیں اور نہ فطرت رام ہو سکتی ہے ۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ، اب یہ دیکھئے کہ دل کی دنیا میں کیسی دلیلوں پر عمل کیا جاتا ہے ؟ یہ چند ہی سال کا ذکر ہے کہ یہاں ایک ہندو جج کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یکایک یہ خبر مشہور ہوئی کہ ان کی بیوہ مشرف بہ اسلام ہو رہی ہے ۔ یہاں کے ہندوؤں کو قدرتی طور پر اس واقعہ سے تکلیف ہوئی ۔ عورت کے عزیز و اقارب جمع ہو گئے اور اسے سمجھانے لگے ۔ سب نے مل کر زور ڈالا کہ وہ مسلمان ہونے کے خیال سے دستبردار ہو جائے ۔ لیکن اس تمام دباؤ کے باوجود عورت کے ارادے میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا ۔

عزیزوں کی ناکامی کے بعد دوسرا قدم جو اٹھایا گیا ، یہ تھا کہ ہندو دھرم کے مذہبی پنڈت اور پیشوا بلائے گئے ۔ انہوں نے کتھائیں سنائیں ، تاریخی حوالے دئے ، مذہبی احکام بتائے ، ہندو دھرم کی سچائی کی دلیلیں پیش کیں ۔ تعلم و تعلیم کا سلسلہ کئی دن تک جاری رہا مگر عورت پر ذرا بھی اثر نہ ہوا ، اس نے تمام مذہبی احکام سن لیے اور آخر میں صرف یہ کہہ دیا کہ میں ضرور مسلمان ہوں گی ۔

اب آریہ سماج کے مبلغ بلائے گئے ، انہوں نے مخالفت کا دفتر کھولا ، مسلمانوں کے مظالم پیش کیے ، اسلامی احکام کی تردید کی ، مسلمانوں سے نفرت دلائی ، اورنگ زیب اور محمود غزنوی کا ذکر چھیڑا ، گائے کے نام پر اپیل کی ، یہ سلسلہ بھی کئی دن تک جاری رہا مگر عورت اب بھی اپنے ارادے پر محکم تھی ۔

تیسرا قدم یہ تھا کہ عورت کو ڈرایا ، زد و کوب اور قتل کی دھمکی دی گئی ، خوف کے ساتھ طمع کے مناظر بھی سامنے لائے گئے ۔ مگر عورت اب بھی متاثر نہ ہوئی ۔

اب سوال و جواب شروع ہوئے ، عورت سے پوچھا گیا ، ''تم کیوں مسلمان ہونا چاہتی ہو ؟ کیا تمہیں مال و دولت کی خواہش ہے ؟

عورت نے کہا ، تم دیکھ رہے ہو ، میرے گھر میں کسی بھی چیز کی کمی ہے ؟

پھر پوچھا گیا ، ''تمہیں کیا کوئی نفسانی خواہش ہے ؟''

''تم میری عمر کو دیکھ رہے ہو ، میں تو اب چند دن کی مہمان ہوں ۔ ''عورت نے جواب دیا ۔

پھر پوچھا گیا ، کیا کسی مسلمان مولوی یا مبلغ نے تمہیں بہکایا ہے ؟''

''میں زندگی بھر کسی مسلمان مولوی سے نہیں ملی ۔'' عورت نے جواب دیا ۔

''پھر کوئی اسلامی کتاب پڑھی ہو گی ۔'' رشتہ داروں نے پوچھا ۔

''میں نے کوئی اسلامی کتاب دیکھی بھی نہیں ۔'' عورت نے کہا ۔

اب لوگ متعجب ہوئے اور انہوں نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا ، تو پھر تم کیوں مسلمان ہوتی ہو ؟''

عورت نے کہا ''میرے پتی سالہا سال تک سب جج رہے ، وہ بیسیوں شہروں میں گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھی ، جس جگہ میں گئی ، ہمیشہ اعلیٰ خاندان کی ہندو عورتوں کے ساتھ ہمارا تعلق رہا ۔ مسلمان عورتیں بھی کبھی ہمارے گھر میں آتی تھیں مگر یہ سب خدمتگار ہوتی تھیں ۔ کبھی اصطبل کے بہشتی کی بیوی ہمارے ہاں آ جاتی ، کبھی دھوبن کی لڑکیاں آ جاتیں ، کبھی کسی مسلمان پسنہاری کو ہم خود بلا لیتے تھے ۔ بس ، اس سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہے ۔''

سامعین میں ذرا امید پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا ، ''پھر تو کوئی وجہ نہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ'' ۔ عورت نے بیان کیا ، بےشک جن مسلمان عورتوں سے میں ملی ، وہ اکثر غریب محتاج اور میلی تھیں ۔ متمول گھرانے کی مسلمان عورتوں سے ملنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا مگر ہندو عورتیں جن کے ساتھ رات اور دن میری نشست برخواست تھی ، سب امیر ، متمول اور روشن خیال تھیں ۔ اس تفاوت کے باوجود میں نے ہر جگہ ہندو اور مسلمان عورتوں میں ایک واضح فرق دیکھا ہے ۔''

اس آخری جملے پر تمام سننے والوں کے دل دھڑکنے لگے ، سب کی نگاہیں بے اختیار عورت کی طرف جھک گئیں ۔ ہر شخص حیرت و اضطراب کی تصویر بن گیا اور دوسرے جملے کا انتظار کرنے لگا ۔ عورت نے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا ، ''فرق یہ کہ میں جس قدر بھی ہندو عورتوں سے ملی ہوں ، ان کے جسموں سے مجھے ایک قسم کی

و ضرور آئی ، مگر اسی کے ساتھ یہ بھی میں نے ہر جگہ دیکھا کہ غریب سے غریب مسلمان عورتوں کے جسم میں بھی یہ بو موجود نہ تھی - میں اپنے پتی کی زندگی سے لے کر اب تک اس تفاوت پر غور کرتی رہی ہوں ، لیکن سبب معلوم نہیں کر سکی - اب چند روز ہوئے ، میں نے اس راز کو معلوم کر لیا ہے - میں نے معلوم کر لیا ہے کہ مسلمان چونکہ خدا پرست اور ایماندار ہیں اور ان کی روح پاک ہے، اس واسطے ان کے جسموں سے بُو نہیں آتی - وہ صاف کپڑے پہنیں یا نا صاف ، ان کے جسم ضرور بو سے پاک ہوتے ہیں - لیکن اس کے برخلاف ہندو چونکہ مشرک ہیں اور ان روح پاک نہیں ہے اس واسطے خواہ وہ کس قدر بھی صاف اور پُر تکلف لباس پہنیں ، ان کے جسم بُو سے پاک نہیں ہوتے - اس اعلان کے بعد عورت کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں ، اس کے چہرے پر جوش ایمان کی سرخیاں دوڑنے لگیں اور اس نے بھرائی آواز میں اپنے رشتہ داروں کو متنبہ کیا ، ''مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو ، میں اسلامی توحید کے نور سے اپنی روح کو پاک کرنا چاہتی ہوں اس واسطے میں ضرور مسلمان ہوں گی -'' اسی وقت عورت نے اپنے غضبناک رشتہ داروں کے سامنے کلمہ پڑھا - وہ عورت کے بیان پر بہت سٹپٹائے مگر کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے - عورت اپنے اصرار پر قائم رہی اور بالآخر مسلمان ہو گئی -

(۴)

''ڈاکٹر صاحب ! اب چوتھی کہانی ؟'' میں نے کہا

پہلے تمہید سن لیجئے -'' ڈاکٹر اقبال نے فرمایا

شاید بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب تبلیغ دین نہیں فرماتے ، ایسا سمجھنا مذہب عشق میں داخل خطا کاری ہے - رسول اللہ کی کوئی قوت ایسی نہ تھی جسے وقتی یا زمانی سمجھا جائے - حضورؐ قیامت تک کے لیے پیشوائے انسانیت ہیں - اس کے معنی یہ ہیں کہ حضورؐ کی ہر قوت قیامت تک کار فرما رہے گی - حضورؐ کا جلال بھی قیامت تک کار فرمائی کرے گا اور جمال بھی - آپ قیامت تک کے مجاہد ہیں ، قیامت تک کے مبلغ ہیں ، قیامت تک کے مصلح ہیں اور قیامت تک کے رحمۃاللعالمین ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بہت دور تک

حضورؐ کی شخصیت مبارک موجود ہو نہ ہو ، حضورؐ کا روحانی فیض آپ کے وجود باجود ہی کی طرح زندگی کے ہر میدان میں کار فرما رہتا ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہماری روحانیت اس قدر لطیف نہیں ہے کہ اپنے زندہ رسول کے زندگی بخش فیوض کے عمل و دخل کو محسوس کر سکیں ۔ اگر کوئی اندھا سورج کو محسوس نہیں کرتا تو اس سے سورج کی عدم موجودگی ثابت نہیں ہو سکتی ۔

سوال صرف روحانی مناسبت کا ہے ۔ جہاں کوئی روح مناسب قابلیت حاصل کر لیتی ہے ، اس پر اسی وقت بلا تاخیر رسولؐ اللہ کے روحانی فیض کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے اور اس وقت وہ محسوس کر لیتا ہے کہ رسولؐ اللہ زندہ ہیں ۔ سرکار دو عالمؐ بنفس نفیس جہاد کر رہے ہیں ، تبلیغ بھی فرما رہے ہیں ، اور بھولے ہوؤں کو راستے بھی بتا رہے ہیں اور گرتے ہوئے گنہ گاروں کو تھام بھی رہے ہیں ۔

اب آپ رسولؐ اللہ کے فیض روحانی کی کار فرمائی کو واقعاتی رنگ میں دیکھیں ۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ، کچھ عرصہ ہوا ، ایک دولت مند ، تعلیم یافتہ ، روشن خیال اور کاروباری ہندو ، مولانا اصغر علی صاحب روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کے پاس آیا ۔ اس نے مولانا سے درخواست کی ، ''آپ ایک الگ کمرے میں آ جائیں'' ۔ مولانا اس کی درخواست کے مطابق تنہا کمرے میں چلے آئے اور فرمایا ، ''کیا ارشاد ہے ؟'' تو وارد نے کہا ، ''مولانا ! مجھے مسلمان بنایئے'' ۔ مولانا نے اسلام کی تلقین کی ۔ خدا کی وحدت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار لیا اور پوچھا کہ آپ اس طرح تنہائی میں کیوں داخل اسلام ہوتے ہیں ؟

تو وارد نے بیان کیا ، میں نے کوئی اسلامی کتاب نہیں پڑھی ، کسی مسلمان عالم سے اسلام کو نہیں سمجھا لیکن خوش قسمتی سے کئی مرتبہ مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی ہے ، اب میں حضورؐ کی محبت میں بے تاب ہوں اور اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوں ۔

مولانا نے پوچھا ، پھر آپ فیروز پور سے چل کر لاہور کیوں آئے اور کھلے بندوں کیوں اسلام قبول نہ کیا ؟ تو وارد نے اس سوال کے جواب میں اپنی تعلیم ، ملازمت ، کاروبار اور جائیداد وغیرہ کے حالات مولانا کے

سامنے بیان کیے اور کہا ، ''ان حالات کی بنا پر میں اعلان کرنے سے مجبور ہوں لیکن میں آپ کو اپنے اسلام پر گواہ بنانے آیا ہوں ۔ میں اللہ کی وحدت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں ۔ آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے ایمان کی شہادت دیجئے ۔ میری یہ عرصے سے آرزو تھی کہ میں اس دنیا میں کسی نیک مسلمان کو اپنے ایمان کا گواہ بنا لوں ۔ خدا کا شکر ہے کہ آج میری یہ آرزو پوری ہوئی ۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ، ان چار واقعات سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ خداولد پاک کیسے کیسے نامعلوم دروازوں سے خلق خدا کو اسلام کی طرف کھینچ رہا ہے ۔ یہ چند واقعات مجھے معلوم تھے ۔ ملک کے ہر حصے میں اسی قسم کے صدہا واقعات روز مرہ پیش آرہے ہیں ۔ ایسے تمام واقعات کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جائے تو اس سے اشاعت اسلام کے کام کو بے حد تقویت حاصل ہو سکتی ہے ۔

256

چہار رسالۂ شیخ الاشراق

(اردو ترجمہ)

مترجمہ

کمال محمد حبیب و ارشاد احمد

پیش نظر کتاب شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول کے چار فارسی رسائل کے ترجموں پر مشتمل ہے - یہ فارسی رسائل اس وجہ سے اہم ہیں کہ اردو میں ان پر ابھی تک کام نہیں ہوا ہے - شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول (شیخ الاشراق) نے تمثیلی انداز میں جا بجا تصوف کی اہمیت کی جانب اشارے کیے ہیں اور اس امر کی بھی بالصراحت نشان دہی کی ہے کہ تصوف ہر ایک کے بس کا روگ نہیں -

ترجمے میں کوشش کی گئی ہے کہ علامہ اقبالؒ کے تجزیے کی روشنی میں اُن کے فلسفہ کے خد و خال واضح کیے جائیں -

صفحات : ۱۲۹ قیمت : ۲۵ روپے

اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶ - میکلوڈ روڈ ، لاہور